علم اصول فقہ
تعریف، موضوع، آلات

(مقدمہ)

مصنف امام محمد شوکانی
ترجمہ : محمد اصغر نیازی

علامہ اقبال کے ممدوح ، فقہ کے معروف یمنی محقق امام شوکانی کی کتاب "ارشاد الفحول" کا اقبالیات میں بالاقساط ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے ۔ پہلی قسط گذشتہ شمارے میں آ چکی ہے ۔ اس شمارے میں مقدمہ کتاب کا ترجمہ شامل ہے ۔ ترجمہ محمد اصغر نیازی اور نظرثانی پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کر رہے ہیں

(مدیر)

تعریف :

اصول الفقہ کی لفظی ترکیب دو پہلو رکھتی ہے ۔ ایک باعتبار اضافت یعنی لفظی بناوٹ کے لحاظ سے اور دوسرے باعتبار علم یعنی علمی تصورات کے لحاظ سے ۔

اعتبار اول : بلحاظ اضافت

اعتبار اول کی تفہیم کے لیے اس اضافت کی نحوی ترکیب سے آگاہی بے حد ضروری ہے جس کے لیے ہمیں مضاف یعنی اصول اور مضاف الیہ یعنی الفقہ کی تعریف کرنا ہو گی کیونکہ مرکب کی تعریف قطعی طور پر اپنے ایک ایک جزو کی الگ الگ تعریف پر مبنی ہے جیسے کل کی پہچان اس کے اجزاء کی پہچان پر منحصر ہوتی ہے ۔ پھر اضافت چونکہ ترکیب کے لیے بمنزلہ جزء الصوری (ظاہری حصہ) ہے ، اس لیے اس کی تعریف اور بھی ضروری ہے ۔

مضاف : اصول

اصول اس ترکیب میں مضاف ہے جو اصل کی جمع ہے ۔ لغت میں اس کے معنی ہیں ، جس پر کسی دوسری شے کی بنا ہو اور اصطلاح میں اسے کبھی راجع یا **مستصحب** یا قاعدہ کلیہ اور کبھی دلیل کہہ لیا جاتا ہے ۔ البتہ ان چاروں میں چوتھا اطلاق بلحاظ مرتبہ یہاں موزوں تر ہے' اسی

لیے فقہ میں اصل کے لغوی معنی سے ہٹ جانے کو کار بے بنیاد (خلاف اصل) کہا گیا ہے بلکہ کسی انحراف کا سارہ لینا سرے سے غیر ضروری ہے (جب بنیاد نہ ہو گی تو عمارت کہاں ہو گی) کیونکہ عقلی استواری (منطقی دلیل یابی) ایسے ہی ہے جیسے حکم کو اس کی دلیل پر استوار کیا جائے جو مطلق استواری کے تحت آئے گا اور مطلق استواری میں حسی استواری بھی شامل ہے ۔ جیسے دیوار کا اپنی اساس پر استوار ہونے کا عمل (جسے سب دیکھ سکتے ہیں ، پہلی دو کو بھی اسی پر قیاس کر لیں) ثابت ہوا کہ عقلی ابتداء (منطقی دلیل یابی : کسی قضیئے کا عقلی بنیاد پانے کا عمل) نقلی ابتداء - (حکم کا اپنی دلیل پر استوار ہونے کے عمل) کے عین مطابق ہے اور اصول کا الفقہ کی طرف مضاف ہونا چونکہ عقلی معنوں میں ہے ، اس لیے استواری بھی یہاں عقلی ہی مراد ہو گی (جو نقلی استواری یعنی حکم کا اپنی دلیل پر استوار ہونا ، کے مترادف ہے)

مضاف الیہ : الفقہ

فقہ ، جیسا کہ ہم نے عرض کیا، اس ترکیب میں مضاف الیہ ہے ۔ لغت میں اس کے معنی فہم و ادراک کے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد احکام شریعت کا وہ علم ہے جو تفصیلی دلائل سے بطریق استدلال حاصل کیا گیا ہو ۔

(الف) ایک تعریف یہ کہ فقہ متکلفین کے ان اعمال کی باعتبار قصد تصدیق ہے جن سے مقصود اعتقاد نہیں ، (تعمیل حکم ہوتا ہے)

(ب) ایک اور تعریف یہ ہے کہ نفس کے حقوق و فرائض کی معرفت (باعتبار عمل) کا نام فقہ ہے ۔

(ج) ایک اور تعریف یہ ہے کہ یہ اعتقاد حاصل کرنے کا نام فقہ ہے کہ شریعت کے فروعی احکام تفصیلی دلائل سے اخذ کیے گئے ہیں ۔

(د) ایک اور تعریف یہ ہے کہ فقہ ان علوم میں سے ہے جنھیں شدید ضرورت کے تحت ، اور اس بے قراری کے ساتھ ، سیکھا جاتا ہے کہ یہ دین ہیں ۔

نقد و تبصرہ

تاہم فقہ کی ان سب تعریفات پر کئی اعتراضات وارد کیے گئے ہیں ۔ ان میں سے پہلا اور سب سے اہم اعتراض یہ ہے کہ فقہ میں جو شے ظن میں شامل ہو ، اسے بھی علم (جیسا) سمجھ لیا جاتا ہے (اور یہ کچھ صحیح نہیں) جبکہ فقہ کم و بیش ظن ہی ظن ہے ۔ (اس طرح تو ظن ایک طرح سے بمنزلہ علم ہو گیا)

جہاں تک اضافت کے معنی کا تعلق ہے ، اس میں مضاف کو مضاف الیہ سے مختص کرنا پیش نظر ہوتا ہے اور اس اختصاص کا تعین مضاف الیہ کا مفہوم کرتا ہے ۔ اضافت زیر بحث (اصول فقہ) میں اصول کو فقہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے اور اس کا سارا دار و مدار اور استناد باعتبار اضافت تنہا فقہ پر ہے ۔

اعتبار ثانی : علمی پہلو

اصول فقہ (علم الاصول) خاص قواعد کے ادراک (تحصیل) کا نام ہے ، اس کا دوسرا نام علم بالقواعد ہے ، کیونکہ ادلہ **تفصیلیہ** (مفصل دلائل) سے فروعی شرعی احکام کا استنباط اور تحصیل انھی کے توسط سے ممکن ہے بلکہ اصول فقہ فی نفسہ یہی قواعد ہیں کہ ان کے ذاتی توصل اور توسل ہی سے الاحکام کے استنباط کا مرحلہ طے ہوتا ہے ؂

تاہم اصول فقہ کو بعض اصولیوں نے طرق فقہ بھی کہا ہے (بلحاظ اسلوب تحقیق) یعنی اصول فقہ ، فقہ کے علم تک پہنچنے کے طریقوں کا نام ہے ۔ البتہ مفصل دلائل کا ذکر اس لیے ناگزیر ہے کہ اس سے اس لازم مفہوم کی صراحت ہوتی ہے جو ضمنی طور پر وارد ہوا ہے ۔ کیونکہ مقصود تفصیلی احکام کا استنباط ہے جو تفصیلی دلائل ہی کے ذریعے ممکن ہیں تاہم علی

وجہ التحقیق " کے الفاظ اس پر مزید بڑھا دیئے جانے چاہیں تاکہ علم الخلاف و الجدل (خلافیات) کو اس سے مستثنٰی کرنا آسان ہو جائے ۔ گو کہ ان دونوں علوم کا حصول بھی مسائل فقہ تک پہنچانے والے قواعد (اصول) ہی سے ہوتا ہے لیکن ان کا منشا کسی یقینی بات کو ثابت کرنا نہیں بلکہ فریق مخالف کو الزامی جواب دینا ہوتا ہے ۔

مطلق علم کی تعریف :

بعض محققین کے نزدیک علم چونکہ اصول فقہ میں بھی مطلوب ہے اور اکثر زیر بحث رہتا ہے 'اس لیے بہت مناسب ہو گا ' اگر ہم یہاں مطلق علم کی تعریف بیان کر دیں ۔ تاہم اس کی تعریف میں آراء کے اختلافات بے حد وسیع ہیں بلکہ ایک گروہ نے جن کے سرخیل امام رازی ہیں ' یہ تک کہہ دیا ہے کہ مطلق علم چونکہ ضروری (بدیہی) ہے اس لیے اس کی تعریف کم و بیش ناممکن ہے ، تاہم اپنی اس رائے کے حق میں انہوں نے جس بات سے استدلال کیا ہے ' اس میں کوئی وزن نہیں بلکہ ان کی رائے کے رد کے لیے صرف یہی ایک بات کافی ہے جو ہر عاقل و بالغ کو واجدانی طور پر معلوم ہے کہ علم دوقسموں پر مشتمل ہے ۔ ایک ضروری (بدیہی : بلاسعی و جہد حاصل ہونے والا علم) اور دوسرے اکتسابی (کوشش اور غور و فکر سے حاصل ہونے والا علم)

اس کے برعکس ایک اور گروہ کی رائے میں علم نظری (کسبی) ہے ۔ امام جوینی " کی بھی یہی رائے ہے تاہم وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعریف اتنی آسان نہیں بلکہ ان کے خیال میں اس کی حقیقی تعریف تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ۔ تقسیم و مثال " سے البتہ ' کام چلایا جا سکتا ہے ۔

اپنے اس کلیے کی وضاحت کے لیے وہ اعتقاد (ذہنی تصور) کی مثال پیش کرتے ہیں جس کی تحدید و تعریف صرف تقسیم و مثال ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے یعنی اعتقاد جازم (پختہ) ہو گا یا غیر جازم ۔ جازم ہوا تو مطابق (حقیقت) ہو گا یا غیر مطابق ۔ مطابق ہوا تو ثابت ہو گا یا غیر ثابت

یوں حصہ در حصہ ہو کر اعتقاد محض سے وہ اعتقاد ممیز ہو کر سامنے آ جائے گا جو جازم ہو گا، مطابق ہوگا اور ثابت بھی - اور یہی وہ علم ہے جسے علم نظری کہتے ہیں (اور جس کی تعریف ایک ٹیڑھی کھیر ہے)

مصنف کی رائے

اس سارے تجربے پر میرا (مصنف کا) تبصرہ یہ ہے کہ تقسیم و مثال اگر علم کی ماہیت (کیفیت) کی تحدید میں تمیز کا اس طرح فائدہ دیں کہ یہ دوسری ہر ماہیت سے الگ ہو کر سامنے آ جائے تو اس کی تعریف کے لیے بھی موزوں ہوں گے نیز تعریف بھی دشوار نہیں رہے گی اور اگر یہ دونوں اس طرح کی تمیز کے لیے کارگر نہ ہوں تو پھر ماہیت علم کی پہچان کے لیے یہ دونوں چنداں مفید نہیں -

جمہور علماء کی تعریفیں

جمہور علماء کا کہنا ہے کہ علم نظری تو ہے لیکن اس کی تحدید (تعریف) ایسی مشکل نہیں چنانچہ انھوں نے اس کی کچھ تعریفیں (حدود) بیان بھی کی ہیں - مثلاً :

ا - ایک تعریف یہ ہے کہ علم کسی شے کے بارے میں جیسی کہ وہ ہے (ماہیت) کسی ضرورت (امر ناگزیر) یا دلیل (ثبوت) کی بنا پر وضع کردہ اعتقاد (تصور ذہنی) کا نام ہے اس تعریف میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مذکورہ اعتقاد جازم اور غیر جازم دونوں کو شامل ہوگا - اسے اگر تنہا جازم کے ساتھ مقید مان کر چلا جائے تو علم المحالات (مستعمل) لا محالہ اس تعریف کے دائرے سے نکل جائے گا - حالانکہ یہ بھی علم ہی ہے، کوئی اتفاقی شے نہیں -

۲ - ایک اور تعریف یہ ہے کہ علم، معلوم کی معرفت اور پہچان کا نام ہے جیسا کہ وہ ہے - البتہ اس تعریف میں ایک سقم ہے، اللہ کا علم اس کی حدود سے باہر رہ جائے گا کیونکہ اس کی معرفت کا کوئی نام نہیں -

۳ ۔ ایک اور تعریف یہ ہے کہ علم اپنے حامل کو عالم قرار دیتا ہے یا اپنے حامل کے لیے عالم کے نام کا اطلاق ضروری ٹھراتا ہے ۔ اس تعریف میں نقص یہ ہے کہ علم کی تعریف میں عالم کو لے آنے سے تعریف میں دور کا آ جانا لازم ہو جائے گا۔

۴ ۔ ایک اور تعریف یہ ہے کہ علم صرف انھیں کے لیے صحیح اور ثابت ہے جنھوں نے اتقان فعل (کام میں پختگی) سے کام لیا ۔ یعنی تحصیل علم میں کمال درستی کو ملحوظ رکھا لیکن بعض معلومات ایسی بھی ہیں کہ ان کے حصول میں اتقان کا پاس رکھنا ایک عالم کے بس میں نہیں ہوتا ۔ جیسے مثلاً علم المستحیل (محالات و ناممکنات) جو انسان کو تقدیراً اور اعتقاداً حاصل ہو جاتا ہے ۔

۵ ۔ ایک اور تعریف یہ ہے کہ علم جازم (حتمی و قطعی) اور مطابق (واقعی) اعتقاد کا نام ہے اس صورت میں تصورات ہمیں علم کے زمرے سے نکالنے پڑیں گے ۔ حالانکہ وہ بھی علم ہی کی ذیل میں آتے ہیں۔

۶ ۔ ایک تعریف یہ ہے کہ علم کسی شے کا عقل میں تصور قائم کر لینا ہے یعنی کسی شے کی تصویر کا عقل (حافظہ) میں محفوظ ہونا ہے مگر عقل کی سطح پر تصویر سازی کے اس عمل میں شک ، ظن ، وہم اور جہل مرکب کو خاصا دخل حاصل ہے ۔ گو کہ یہ تعریف بعض علماء کے نزدیک عمومی معنوں میں علم کے لیے ایک مکمل تعریف کی حیثیت رکھتی ہے یعنی اصولی اور جامع تعریف ہے کیونکہ اس میں مذکورہ چاروں باتیں ۔ شک ، ظن ، وہم اور جہل مرکب ۔۔ بھی شامل ہیں ۔ تاہم ان چاروں پر لفظ علم کا اطلاق لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے علم کے کسی مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتا ۔

۷ ۔ ایک اور تعریف یہ ہے کہ علم ایک حکم ہے ، ایسا حکم جس کے دونوں بازووں یعنی محکوم علیہ اور محکوم بہ کا احتمال اس کے نقیض پر نہیں کیا جا سکتا ۔ البتہ اس تعریف سے تصور علم کی حدود سے نکل جائے گا حالانکہ وہ بھی علم ہی ہے ۔

۸ ـ ایک اور تعریف یہ ہے کہ علم ایک صفت ہے ، ایسی صفت جو اپنے محل (شے معلوم) کے لیے تمیز کا اس طرح اثبات کرتی ہے کہ اس کے بعد علم پر اس کے نقیض کا احتمال نہیں رہتا ـ البتہ عادت پر منحصر علوم تو نقیض کا احتمال بہرحال رکھتے ہیں کیونکہ قدرت حق سے معجزہ اور خرق عادت کے ظہور کا امکان موجود رہتا ہے ـ

۹ ـ ایک اور تعریف یہ ہے کہ علم ایسی صفت ہے کہ جس سے مدرک (حاصل کردہ) مدرک (حاصل کرنے والے) کے لیے جلاپاتا اور روشن ہو جاتا ہے لیکن ادراک تو علم پر مجازاً بولا جاتا ہے ، اس لیے ناگزیر ہے کہ اس کے مجازی مفہوم (کی تفہیم) کے ساتھ نفس شے کی الگ سے پہچان کرائی جائے دراں حالیکہ اسے (مجاز کو) علم کی تعریفات میں ترک کر دیا گیا ہے اور عام معنی میں جو کسی شے کی جنس اخص ہے یعنی (منفرد کرنے والی نسبت خاص) ' اس کے مجاز کی شہرت کا دعوہ تسلیم نہیں کیا جاتا ـ

ایک عمدہ تعریف

(امام جرجانی کے نزدیک)

کہا گیا ہے کہ علم وہ صفت ہے کہ مذکور ـ موضوع ـ اس سے متصف شخص کے لیے مجلی اور روشن ہو کر سامنے آ جاتا ہے یعنی علم عالم کو اس قابل کر دیتا ہے کہ چیزیں اس کے لیے زیادہ واضح اور بیّن ہو جاتی ہیں اس تعریف کی تعریف میں فاضل محقق امام شریف جرجانی ؒ یوں رطب اللسان ہیں :

ماہیت علم کے انکشاف کے بارے میں کی گئی سب باتوں میں عمدہ تر بات یہی ہے کیونکہ اس میں مذکور --- معلوم -- موجود ، معدوم ، ممکن ، مستحیل ، سب ، علم کے دائرے میں آ جاتے ہیں اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ـ اسی طرح علم مفرد مرکب ، کلی ، جزئی کو بھی اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے

اس تعریف میں تجلی -- عمل تجلا --- سے مراد کسی شے کا مکمل انکشاف ہے ۔ سو علم ایک ایسی صفت ہے کہ اس سے متصف شخص ۔ عالم -- کے لیے مذکور --- موضوع -------جس کا علم مقصود ہو ، مکمل طور پر منکشف ہو جاتا ہے (یہاں تک کہ اس کے بعد اس شے کی ماہیت کے علم میں) کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ۔ یہی وجہ ہے کہ ظن ، جہل مرکب حتاکہ مقلد کا اعتقاد صحیح یا سلیم الرائے مقلد کا اعتقاد بھی اس تعریف سے علم کے دائرے سے نکل جائے گا ۔ کیونکہ تقلید پر مبنی اعتقاد در اصل عقدہ علی القلب --- دل پر پڑی گرہ -- کی مانند ہے جس سے ماہیت شے کا علم پوری طرح منکشف نہیں ہو پاتا ۔ جبکہ شرح صدر ہی سے یہ عقدہ وا ہو سکتا ہے "

(ع ۔ اس کے ناخن سے کھلے عقدہ لاینحل)

بایں ہمہ اس تعریف میں بھی ایک خلا ہے ۔ اس سے حواس کے ادراکات -- حواس کے زریعے حاصل شدہ معلومات --- علم کے زمرے میں بار نہیں پا سکتے ۔ دراصل اس کے مذکور (ذکر کردہ) کے لیے اس تعریف میں در آنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ، چاہے اس سے مراد مذکور لسانی ہو یعنی جس کا ذکر زبان سے ادا ہوا جیسا کہ اس لفظ --- ذکر لسانی ----- سے ظاہر ہے اور چاہے اس سے مراد وہ بھی کچھ ہو جو (ذ ۔ ک ۔ ر) کی ذیل میں آتا ہے ۔ خواہ وہ ذال کے نیچے زیر والا ذکر ہو --- ذکر بمعنی شہرت --- یا ذال پر پیش والا ذکر ہو --- ذکر بمعنی یاداشت -- چاہے مشترک معانی کو باہم جمع کر لیا جائے یا حقیقت و مجاز کو ایک بنا لیا جائے ، علم کی تعریفوں میں ان دونوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہو گی ----- کیونکہ یہ حواس کی پیداوار ہیں

جامع و مانع تعریف :

یہ ہیں وہ ساری باتیں جو علم کی تعریف کے ضمن میں کی گئیں ۔ ان پر وارد ہونے والے اعتراضات بھی آپ نے جان لیے البتہ سب سے موزوں اور سب پر فائق تعریف میرے --- (مصنف کے) -- نزدیک یہ ہے کہ علم وہ صفت ہے جس سے مطلوب -- شے معلوم --- پوری شان سے منکشف ہو کر سامنے آ جاتا ہے ۔ یہ تعریف --- مختصر مگر جامع

---- ایسی ہے جس پر اوپر درج اعتراضات کا سا کوئی اعتراض نہیں اٹھایا جا سکتا۔

فتدبر ---- صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

چند توضیحات :

علم کی تعریف میں سب قیل و قال تو آپ جان چکے ۔ اب ایک اور بات یہ بھی آپ کے علم میں رہے کہ کسی شے کی مطلق تعریف کبھی حقیقی ہوتی ہے اور کبھی رسمی ۔ چنانچہ حقیقی تعریف حقیقی --- مجرد ---- ماہیات کی تعریف اور رسمی تعریف اعتباری ماہیات کی تعریف ہو گی ۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ---- کسی شے کا حقیقی یا اعتباری ہونا --- الواضع یعنی نام رکھنے والے کی عقل میں معلوم و مفہوم ہوتا ہے تاکہ وہ اس کی مناسبت --- لحاظ --- سے اسے کوئی نام دے سکے تاہم ہونے کو شے کی ماہیت --- نام رکھنے والے کی عقل میں --- حقیقی بھی ہو سکتی ہے اور غیر حقیقی بھی ۔ (یہ اس کے فہم کا مسئلہ ہے)

پہلی صورت میں واضع یعنی نام رکھنے والے کا متعقل --- مفہوم ذہنی ------ اس شے کی ذاتی حقیقت کا مکمل عکس ہو گا یا یہ ---- عقلی تصور --- اس شے کی حقیقت کے (کچھ) اعتباری وجوہ یا (چند) ظاہری پہلو ہی اجاگر کر سکے گی ۔ چنانچہ کسی شے کو کسی ایسے نام سے موسوم کرنا اس کی حقیقی ماہیت کی تعریف کرنا ہے جس سے ظاہر ہو کہ یہی اس کی حقیقی ماہیت ہے یعنی شے اسم با مسمیٰ بن جائے گویا (کسی شے کی) حقیقی تعریف (یا اس کا نام) شے معلوم کی ماہیت کے ایسے ذہنی تصور کا اثبات کرتی ہے جو اس کے سارے یا چند ایک ذاتی عناصر یا اس کے عارضی متعلقات اور یا ان دونوں کے ملے جلے مرکبات پر مشتمل ہو (یہ ایک حد تک ماہیت شے کا معروضی پہلو ہے)

(اس کے بر عکس موضوعی اسلوب فکر یہ ہے کہ) واضع نے ---- نام رکھنے والے نے --- کسی شے --- موضوع --- کے بارے میں جو

کچھ سوچا یا جیسا کچھ اس کی عقل میں آیا ، اس کے لحاظ سے اسے کوئی نام دے دیا ۔ یہی اسم کے مفہوم کی تعریف ہے ۔ اسی طرح رسمی تعریف اس بات کی وضاحت کے کام آتی ہے کہ کسی شے کو کسی مشہور لفظ کی رعایت سے (کیوں اور کیسے) موسوم کیا گیا ۔ (یہی وجہ ہے کہ) معدوم ۔ -- ناپید --- اشیاء کی تعریف صرف رسمی ہی ہو سکتی ہے یعنی ان کی پہچان کے لیے صرف یہی کیا جا سکتا ہے کہ انھیں کوئی نام دے دیا جائے کیونکہ ان کے بارے میں حقیقی علم نہیں ہوتا کہ انھیں اسم بامسمی کیا جا سکے بلکہ صرف مفہومات --- عقلاً سمجھے ہوئے تصورات ------ہوتے ہیں کہ انھیں اپنے طور پر کوئی نام ---- (علامت) --- دے دیا جائے ۔ البتہ موجودات کی تعریف کبھی رسمی ہوتی ہے اور کبھی حقیقی ۔ اس لیے کہ ان کے بارے میں حقائق بھی معلوم ہوتے ہیں اور مفہومات (عقلی تصورات) بھی معلوم ہوتے ہیں ۔ تاہم ان دونوں میں (اصول) اطراد اور (اصول) انعکاس کا پایا جانا شرط (لازمی) ہے

اطراد یہ ہے کہ حد (تعریف) جبھی وجود میں آئے گی جب محدود (شے معرف) موجود ہو گا ۔ تو (ان دونوں کی بیک وقت موجودگی کی وجہ سے) محدود کے اپنے افراد (اجزاء و ارکان) کے علاوہ کوئی اجنبی وجود اس حد میں داخل نہیں ہو سکے گا ۔

گویا اطراد محدود کے اغیار (ناجنس عناصر) کو اس کی حد میں گھس آنے سے روکنے کا اصول ہے

یعنی اطراد بمعنی مانع غیر

(اس کے بالعکس) انعکاس یہ ہے کہ جو نہی محدود وجود میں آیا، حد بھی آ موجود ہو گی ۔ چنانچہ اس حد سے محدود کے اپنے افراد کا باہر نکل جانا محال ہے (کیونکہ حد اور محدود دونوں بیک وقت موجود ہوتے ہیں)

گویا انعکاس محدود کے افراد کو باہم اکٹھا رکھنے کا اصول ہے ۔

یعنی انعکاس بمعنی جامع افراد

علم ضروری اور علم نظری میں تقابل

اوپر جو کچھ کہا گیا، اس کی روشنی میں (سارا) علم لامحالہ دو حصوں میں بٹ جائے گا۔ (اور یہ تقسیم فطری ہے):

ایک ضروری علم

اور

دوسرے نظری علم

جہاں تک علم ضروری کا تعلق ہے تو اس کی تحصیل نظر (غور و فکر) کی محتاج نہیں بلکہ یہ علم بدیہی طور پر ہر شخص کو بقدر ضرورت خود بخود حاصل ہوتا رہتا ہے۔ (گویا یہ محتاج تحصیل نہیں بلکہ اس کی تحصیل، تحصیل حاصل ہے)

رہا نظری علم تو اسے حاصل کرنے کے لیے نظر (بے حد) ضروری ہے۔ نظر سے مراد فکر رسا اور علم یا ظن کا حصول اس کا مطلوب ہے اور یہ معقول (تصور عقلی) کا اس لحاظ سے بنظرغائر جائزہ ہے کہ اس کے وسیلے سے مجہول (مستور) کا فہم حاصل کیا جا سکے۔ نظر کے بارے میں ایک اور بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ یہ تصوراتی اور تصدیقی (متصورہ اور مصدقہ) مطالب کے ذریعے سے بنیادی معانی کی طلب و کھوج میں نفس و ذہن کی حرکت کا نام ہے اور یہ (مطالب) ان تصوراتی اور تصدیقی معلومات پر مشتمل ہیں جن کی ہر ہر صورت معلومہ کا الگ الگ جائزہ لیا جاتا ہے۔ یعنی تعقل کی سان پر پرکھا جاتا ہے۔

علم کی یہ دونوں قسمیں (نظری اور ضروری) تعقل کی زد میں آتے ہی مزید دو دو حصوں میں منقسم ہو جاتی ہیں:

ایک تصور

اور

دوسرے تصدیق

بہرحال ان دونوں پر شرح و بسط کے ساتھ بحث منطق کے علم کا موضوع ہے ۔ تاہم اس ضمن میں چند بنیادی اصطلاحات کی مزید وضاحت ضروری ہے جو حسب حال ہے

نظری علم کی تحصیل کے اسلوب
(چند اصطلاحات کی وضاحت)

دلیل

(الف) دلیل میں اگر صحت نظر --- مکمل پرکھ --- حاصل ہو تو اس کی وساطت سے مطلوب خبری تک پہنچنے کے (قوی) امکانات موجود ہوتے ہیں : مطلوب خبری : جسے جاننے کی خواہش ہو اور اسے پالینے کے لیے کوشش بھی کی جائے ۔ "

(ب) یہی نہیں بلکہ اس میں صحت نظر --- صحیح غور و خوض --- حاصل ہو تو اس کے سہارے مطلوب خبری کے غیر (علاوہ) کا علم بھی حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ "

(ج) دلیل کا ایک اور تعارف یہ ہے کہ اس کے علم اور حصول کی وجہ سے دوسری (کسی خاص) شے کا علم حاصل ہو جانا (آپ سے آپ) لازم ہو جاتا ہے ۔

(د) مزید براں دلیل معلوم امور --- اشیائے معلومہ --- کو (سلسلہ وار) مرتب کرنے کا نام ہے تاکہ (ان کی ترکیب سے) مجہول --- نا معلوم ۔ تک رسائی حاصل کی جا سکے ۔

امارہ

امارہ : علامت ، نشانی ، سنگ میل

امارہ (بطرز دلیل) فکر کے ایک اسلوب کا نام ہے جس میں صحت نظر --- صحیح غور و فکر ---(کا ملکہ) حاصل ہو تو اس سے ظن (خام علم) تک پہنچ جانے کے کافی امکانات ہیں ۔ اس لیے اسے ایک قابل ترجیح (راجحہ) تجویز -- مشورہ --- کہا جاتا ہے جس کے مقابلے میں وہم ایک ناقابل ترجیح (مرجوح) تجویز --- مشورہ --- ہے ۔ رہا شک تو وہ دو باتوں --- طرفین --- کے درمیان (ممکنہ ترجیح قائم نہ کر سکنے والی) متردد ذہنی کیفیت کا نام ہے ۔

ظن میں راجحہ کے حصول کا حکم پایا جاتا ہے ۔ اس میں اس کے نقیض مرجوح کے احتمال کا نقص نہیں نکالا جا سکتا ۔"

وہم میں ایسا کوئی حکم نہیں پایا جاتا جو نقیضین (راجح و مرجوح) میں (ممکنہ) تبدیلی حال --- استحالہ --- کے فیصلے کی صلاحیت رکھتا ہو ۔ کیونکہ وہ نقیض جو ظن سے وابستہ ہو ، وہ (پہلے سے) فیصلہ شدہ ہوتا ہے اور (بالخصوص) اگر حکم اس کے مرجوح نقیض کے حق میں ہو جائے وراں حالیکہ یہ نقیض (اکثر) وہم سے منسوب ہوا کرتا ہے تاہم فیصلہ پھر بھی (یک طرفہ نہیں رہے گا بلکہ) خود بخود دونوں پر ایک ساتھ لاگو ہو جائے گا اور یہ لازمی ہے (کیونکہ ترجیح کے عوامل --- معلوم یا نامعلوم --- دوسری طرف بہر حال زیادہ ہیں)

رہا شک تو اس میں دو باتوں میں سے یعنی نقیضین میں سے کسی ایک کے حق میں فیصلے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے کہ عقل کے سامنے ان کا وقوع اور لاوقوع (ہونے اور نہ ہونے کے احتمالات) ایک سے ہوتے ہیں ۔ (ایسے میں) فیصلہ اگر کسی ایک کے سر تھوپ دیا جائے تو اس سے لا مرجح --- ناقابل ترجیح --- کی ترجیح لازم آئے گی (جو فی نفسہ خلاف اصل ہے) اور اگر دونوں کے لیے فیصلے کی صلاحیت مان لی گئی تو اس طرح نقیضین (مرجح و لامرجح) پر ایک ساتھ حکم لاگو جائے گا (اور یہ محال ہے کہ جمع بین النقیضین ہے)

اعتقاد اپنے اصطلاحی معنوں میں ایسے مدعا (دعوے [illegible]) کو کہتے ہیں جس کا اپنے مخصّص پر (معتقد) کے لیے جازم (مصمم) ہونا واجب ہو (نا گزیر نہ ہو) یہ جزم ، جزم محض بھی ہو سکتا ہے جیسے اعتقاد برائے اعتقاد۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کسی معاملے (امر) کے اثبات یا اس کی نفی پر مراد رکھتا ہو۔ کسی شے پر ایسا جزم بھی اعتقاد ہی کہلائے گا جس پر نفس کو ٹھہراؤ حاصل نہ ہو۔

نیز اعتقاد تصدیق کے معنوں میں بھی بول لیا جاتا ہے۔ چاہے یہ تصدیق جازم ہو یا جازم نہ ہو۔ مطابق ہو یا مطابق نہ ہو اور ثابت ہو یا ثابت نہ ہو۔ اعتقاد کے لیے یہ سب تصدیقات ایک ہی ہیں (بلکہ) جہل مرکب بھی اعتقاد کے تحت آ سکتا ہے حالانکہ اس کا حکم حقیقت واقعہ کے مطابق نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ تقلید بھی اسی کی ذیل میں آئے گی کیونکہ اس کا مدار بھی کسی اور کے قول محض کی نفی یا اثبات پر ہوتا ہے۔

جہاں تک جہل بسیط کا تعلق ہے تو وہ علم کے تقابل (ضد) میں بولا جاتا ہے اور اعتقاد نفی ادراک (عدم للملکہ) کا متضاد ہے کیونکہ علم اور اعتقاد سے متصف ہوئے بغیر کوئی شخص عالم اور معتقد نہیں ہو سکتا۔

علم اصول الفقہ کا موضوع

اس علم کی اعراض ذاتیہ کے بارے میں بحث و تمحیص کرنا اس علم کا موضوع ہے اور عرض سے یہاں مراد اسے کسی ایسی شے پر محمول کرنا ہے جو اس (شے) سے باہر بھی واقع ہو یعنی جیسے دودھ کی سفیدی اسی طرح اسے اس لیے بھی عرض ذاتی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ شے انسان کی ذات سے وابستہ و پیوستہ ہوتی ہے۔ (گویا ذات کے وہ خصائص یا اجزا جن کے بغیر اس ذات پر بحث بے معنی ہو) جیسے ادراک کا تعلق انسان کا عرض ذاتی ہے اس لیے کہ وہ انسان کی ذات سے ملحق ہے۔

یا اس چیز کو بھی انسان کا عرض ذاتی ہی کہیں گے جو اپنے مساوی (اپنے برابر کی) کسی اور چیز کے توسط سے اس کی خصوصیت ذاتی ہو جیسے

ہنسی ۔ کیونکہ یہ خوشی (تعجب) کے واسطے سے انسان کی عرض ذاتی ہے ۔

ویسے عرض ذاتی تو اس (واسطے) سے بھی بڑھ کر کسی عام سی شے کے حوالے سے انسان میں موجود ہو سکتی ہے جیسے حرکت انسان میں اس کے جاندار ہونے کی بنا پر پائی جاتی ہے گویا جان ہے تو حرکت ہے دوسرے لفظوں میں حیات حرکت کے لیے اور خوشی ہنسی کے لیے مساوی ہیں اور اس واسطے سے انسان کے لیے اعراض ذاتیہ ہیں ۔

یہاں اعراض ذاتیہ پر گفتگو سے ہماری مراد ہے:

الف ۔ انہیں علم اصول الفقہ کے موضوع پر محمول کرنا جیسے مثلاً ہم یہ کہتے ہیں کہ حکم کا اثبات الکتاب (قرآن) سے ہوتا ہے ۔

ب ۔ یا انہیں (اعراض ذاتیہ کو) اس (حکم) کی انواع (اشکال) پر محمول کرنا ہے جیسے مثلاً امر کرنا (حکم دینا) کسی فعل کے وجوب (فرضیتہ) کے اثبات کا فائدہ دیتا ہے ۔

ج ۔ یا انہیں (اعراض ذاتیہ کو) اس (امر) کی اعراض ذاتیہ پر محمول کرنا جیسے مثلاً نص کی دلالت اپنے مدلول پر (ہر لحاظ سے) قطعی ہوتی ہے ۔

د ۔ یا انہیں (اعراض ذاتیہ کو) اس (امر) کی اعراض ذاتیہ کی انواع پر محمول کرنا جیسے مثلاً وہ عام جن کے بعض (افراد) کی (کسی وجہ سے) تخصیص ہو گئی (تو یہ تخصیص ان کے لیے تو قطعی دلیل ہوگی لیکن) یہی تخصیص اس (عام) کے دوسرے افراد کے لیے (محض) دلالت ظنی کا فائدہ دے گی ۔ کیونکہ ان کی ویسی تخصیص کے امکانات غیر منقطع ہیں ۔

تاہم (اصول) فقہ کے سارے مباحث کا مرکز و محور احکام اور دلائل (ادلہ) کے اعراض ذاتیہ کا اثبات ہے اور اس کا اسلوب یہ ہے کہ

علم اصول فقہ

(پہلے) احکام کے دلائل (کی صحت) کو ثابت کیا جائے (پھر ان) دلائل سے احکام کا ثبوت پیش کیا جائے ۔ غرض اس فن کے مسائل اثبات و ثبوت (کے اسی الٹ پھیر) سے عبارت ہیں

بعض اصولیوں کے نزدیک محض دلیل سمعی کلی (کماحقہ , کاملا سنی ہوئی , مستند دلیل) ہی اصل میں اصول فقہ کا موضوع ہے کیونکہ تب یہ علم کو اپنے احوال کی مدد سے احکام شرعی کے اثبات کی صلاحیت و قدرت تک پہنچا دے گی تاکہ اس (دلیل) کے **مشخصات** (تحقیقی پہلوؤں) کو اجاگر کر کے **مکلفین** کے افعال کی جہتیں طے کی جا سکیں ۔

اصول فقہ کا فائدہ

اس علم کا (سب سے بڑا) فائدہ یہ ہے کہ یہ احکام الٰہی کے (یقینی) علم پر مشتمل ہے یا اس سے ان احکام کے بارے میں ظنی علم حاصل ہوتا ہے ۔ چنانچہ اس علم کی غرض و غایت ہی جب اس قدر بلند مرتبت ہے تو اس سے (کماحقہ) آگہی اور اس کا علم حاصل کرنا بجا طور پر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کی طلب میں جانیں کھپا دی جائیں اور بڑھ چڑھ کر رغبت دکھائی جائے ۔ کیونکہ یہی تو وہ علم ہے جو دونوں جہانوں میں خوش بختی اور سعادت مندی کے حصول کا وسیلہ ہے ۔

استمداد فن (معاون علوم)

اصول فقہ کے معاون علوم تین ہیں ۔

۱ ۔ علم الکلام

۲ ۔ علم لسان (عربی زبان کا علم)

۳ ۔ علم احکام شرعیہ

علم کلام

اصول فقہ کا پہلا معاون علم , علم کلام ہے ۔ اس لیے کہ شرعی دلائل کا فہم اللہ تعالے کی معرفت اور آخری صداقت کی پہچان پر موقوف

ہے اور علم الکلام میں ان دونوں کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے اور ان کے دلائل علم الکلام کے مباحث میں متعین اور طے شدہ ہیں ۔

علم لسان (عربی زبان)

اصول فقہ کا دوسرا معاون علم عربی زبان کا فنی علم ہے چونکہ کتاب و سنت (قرآن و حدیث) کی زبان عربی ہے اس لیے ان کی کامل تفہیم اور ان سے استدلال کے فن (میں مہارت) اس زبان کے علم پر منحصر ہے ۔

علم احکام شرعی

اصول فقہ کا تیسرا معاون علم شرعی احکام کا ویسا علم ہے جیسا اس کا تصور ہے ، یعنی اپنی سادہ اور فطری حالت میں ۔ کیونکہ مقصود تو ان کی نفی یا اثبات کرنا ہے (جیسا کہ واضح کیا گیا) مثلاً ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا امر (حکم) کسی فعل کو واجب ٹھراتا ہے اور نہیں (ممانعت) اسے حرام ٹھراتی ہے ۔ جیسے نماز واجب اور سود حرام ہے ۔

حاصل کلام

اس فصل میں اتنا کچھ بیان کرنے کی وجہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس سے علم اصول فقہ کے طالبوں کی بصیرت میں اور اضافہ ہو اور (کتاب پڑھنے کے بعد) یہ بات کسی ذی فہم سے ڈھکی چھپی نہیں رہے گی ۔

(مسلسل)

حواشی اور تعلیقات

۱ ۔ اضافت کی تعریف -- تصویر کی تفہیم کے لیے اس کے دونوں رخوں -- ظاہر و باطن -- کی شناخت لازم ملزوم ہے ۔

اصول فقہ کا جزو صوری اس کا ظاہری پہلو ہے

۲ ۔ فقہ میں زیادہ تر اصل سے یہی معنی مراد ہیں ۔ یعنی دلیل جو احکام فقہ کی تخریج کے لیے بنیاد مہیا کرتی ہے ۔ اس کی جمع ادلہ و دلائل ہے جو اصول کے مرادف ہے اور اصول کے لغوی معنی ہیں ، جس پر کسی شے کی بنا ہو ۔

۳ ۔ نقلی انبناء ، حکم کا اپنی دلیل ---- یکے از ادلہ اربعہ --- پر استوار ہونے کا عمل ۔

۴ ۔ ادراک القواعد ، علم بالقواعد اور نفس القواعد کی اصطلاحیں بظاہر باہم مرادف ہیں ، کیونکہ ان سب سے مراد اصول فقہ کا علم -- -- علم الاصول --- ہے ۔ ہو سکتا ہے ، قواعد کے حوالے سے الگ الگ تعریف کرنے والوں کے ذہن میں لفظی فرق کے علاوہ کوئی اور فرق بھی ہو ۔ لیکن اس کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں ۔

۵ ۔ علی وجہ التحقیق یعنی تفصیلی دلائل سے ان کا استنباط متحقق ہے ۔ اس کے علاوہ اگر کچھ انہی اصولوں سے حاصل ہوا ہے تو وہ اس کے علاوہ اور زائد ہے ۔

۶ ۔ امام رازی ، علامہ فخرالدین ابوعبداللہ محمد بن الحسینی شیخ الاسلام ایران کے شہر " رے " میں ۱۱۴۹ ء میں پیدا ہوئے ۔ فلسفی ، محدث ، فقیہہ ، متکلم کی حیثیت سے بے حد مشہور ہیں ۔

۷ ۔ ضروری کبھی نہیں ہوتا اس لیے کوئی اسے خود سے حاصل نہیں کر سکتا پھر، اس کی تعریف کوئی کیسے کر سکتا ہے ۔

۸ ۔ ابوالمعالی عبدالملک ۔ امام الحرمین المعروف بہ الجوینی ۴۱۹ ھ میں نیشاپور میں پیدا ہوئے ۔ اصول فقہ اور علم الکلام میں بے مثال کتابیں لکھیں ۔

۹ ۔ تقسیم : مبہم اور واضح ۔ معرف اور غیر معرف کو الگ الگ کر دینے کا طریقہ کار

مثال : باہم مشابہتیں اور اختلافات تلاش کرنا جیسے ایک کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ ایک دو کا نصف ہے

۱۰ یعنی علم وہ ہے جس کے حامل کو عالم کہیں گے یا جو چیز عالم کے پاس ہے ۔ وہ علم ہے اور یہی منطق کی اصطلاح میں دور کہلاتا ہے

۱۱ ۔ تصور بھی اعتقاد ہی کی ایک قسم ہے لیکن اس سے شے معلوم کے بارے میں قطعیت اور واقعیت سے کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔

۱۲ ۔ الجرجانی : ابوالحسن ۔ علی بن محمد بن علی المعروف السید الشریف جرجانی ۷۴۰ ھ /۱۳۳۹ء میں استسرا باز کے قوب تا جو میں پیدا ہوئے ۔ منطق ، صرف و نحو ، بلاغت اور فقہ پر کتابیں لکھیں ۔ ایک کثیر تعداد میں مختلف کتابوں کی شرحیں بھی لکھیں ۔

بقول بدرالدین العینی ۔ السید الجرجانی عالم الشرق اور علامہ الدھر تھے ۔ فصاحت بلاغت اور حسن عبارت کے ساتھ فن مناظرہ میں یدطولیٰ حاصل تھا ۔

۱۳ ۔ مثال کے طور پر ایک ماہر علم ریاضیات کو کھدائی کے دوران ایک قدیم عمارت کے آثار ملتے ہیں جن کے ذریعے سے اسے ہزاروں سال پہلے وہاں انسان کے آباد رہنے کا سراغ مل جاتا ہے ۔ یہاں آثار عمارت بمنزلہ دلیل اور انسان مطلوب خبری ہے

۱۵ ۔ اوپر کی مثال میں جب آثار عمارت سے ہزاروں سال پہلے انسانوں کے وہاں آباد رہنے کا سراغ مل گیا تو انہی آثار سے یہ پتہ بھی چلا کہ وہاں فلاں فلاں قسم کے مویشی ، جانور اور درخت بھی تھے گویا انسان اگر مطلوب خبری ہے تو مویشی ، درخت وغیرہ اس کے غیر ہیں

۱۵۔ آثار عمارت کے علم سے بمنزلہ دلیل ہیں 'ایک دوسری شے یعنی انسان کے وہاں آباد ہونے کا علم حاصل ہو گیا ۔

۱۶ ۔ جیسے معلوم آثار قدیمہ کو ایک ترتیب میں لا کر اس وقت کے پورے تمدن کا نقشہ جو تاحال مجہول تھا ، بتایا جا سکتا ہے ۔ یا جیسے مفرد اور منتشر الفاظ ایک جملے میں ایک خاص ترتیب کے تحت آ کر مکمل مفہوم (مجہول) تک پہنچا دیتے ہیں ۔

۱۷ ۔ راجحہ : قابل ترجیح ، برتر

حکم : فیصلے کی صلاحیت

مرجوح : ناقابل ترجیح ۔ کم تر

۱۸ ۔ یعنی نفس کے پس و پیش کے علی الرغم کسی شے یا معاملے (امر) پر جزم ہو ۔ جیسے موروثی اعتقاد جسے دل نہ چاہتے ہوئے بھی مانے چلے جانا ۔ کیونکہ اعتقاد ایسا حکم ذہنی بھی ہو سکتا ہے جس پر شک کیا جا سکے ۔

۱۹۔ اگرچہ یہ انسان کی فطرت اور وصف خاص ہے لیکن اپنے اثبات اور اظہار کے لیے خوشی کا محتاج ہے ۔

۲۰۔ بہر حال اعراض ذاتیہ ہی اس علم کا موضوع ہیں ۔ چاہے بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ یا کئی واسطوں سے اس کی اعراض ذاتیہ